تاثرات

آغا خاں مرحوم

موت بھی کتنی بے مروّت اور تنگ حوصلہ ہے۔ وہ شخص جو لاکھوں انسانوں کا محبوب مقتدیٰ ہے جس کے اشارۂ چشم و ابرو پر اشرفیاں نچھاور ہوتی تھیں۔ جو موتیوں اور جواہر میں تُلتا تھا اور جو ایسی کامیاب و کامران زندگی گزار رہا تھا۔ کہ کم لوگوں کو نصیب ہوگی۔ اس کو بھی اس کی نگاہِ حاسدانہ نے برداشت نہیں کیا۔ آغا خاں کی موت سے گویا ایک دور اور عہد کا خاتمہ ہوگیا ہے۔ یہ آرسٹوکریسی، یہ شان و شکوہ اور اس کے ساتھ ساتھ مشیخت و رہنمائی کی اس درجہ اونچی مسند اب کسے حاصل ہوگی۔ ان کے تعلقات گوناگوں کا حلقہ اتنا وسیع تھا۔ کہ اس میں بڑے بڑے سلاطین، دنیا بھر کے امراء اور صاحبانِ ثروت، اہلِ علم و ادب اور عظیم سیاسین سب داخل تھے۔ ان کی سب سے بڑی خوبی ہمارے نزدیک یہ تھی، کہ اُنہوں نے اپنی جماعت اور فرقے میں تعصب نہیں اُبھرنے دیا۔ یعنی خود بھی ہمیشہ جمہور کے قریب تر رہے اور جماعت کو بھی الگ تھلگ نہیں رہنے دیا۔

جو لوگ اسمٰعیلی عقائد و افکار سے ذرا بھی واقفیت رکھتے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ اہلِ سنت سے ان کے تعلقات کی کیا نوعیت ہوسکتی تھی۔ لیکن مرحوم کی صحیح اسلامیت، ان کے گہرے تدبّر اور اس موانست قلبی کی وجہ سے جو ان کو مسلمانانِ عالم سے تھی، کبھی ایسا نہیں ہُوا کہ وہ اسلامی مصالح سے بیگانہ رہے ہوں۔ یہی سبب ہے کہ جب بھی ضرورت پڑی، مرحوم نے اس کو محسوس کیا اور اپنے مال و دولت اور اثر و رسوخ سے مسلمانانِ عالم کی فیاضانہ مدد کی۔ اور اس کو اپنے لئے سرمایۂ آخرت سمجھا۔ تعلیم اور عالمِ اسلامی کے اتحاد سے ان کو حد درجہ شغف تھا۔ سابق گورنر جنرل مرحوم غلام محمد صاحب کا کہنا ہے کہ جب انہیں معلوم ہُوا کہ ہم ترکی اور ایران سے اپنے سیاسی مراسم خصوصیّت سے بڑھا رہے ہیں۔ اور پوری اسلامی دنیا سے اپنے تہذیبی و ثقافتی روابط کو مضبوط تریں بنیادوں پر قائم کرنا چاہتے ہیں۔ تو یہ کراچی آئے اور میری علالت و نقاہت کے باوجود مجھ سے گرم جوشی کے ساتھ بغلگیر ہوئے، جس کا کم از کم میں اس وقت قطعی متحمل نہ تھا۔ یہی نہیں اس خبر پر اپنے درجہ و منصب کا خیال کئے بغیر میرے کمرہ میں مستانہ وار جھوٹے اور نلچے

اورجب میں نے اس حد سے بڑھی ہوئی جذباتیت کی وجہ دریافت کی، تو کہنے لگے "بھائی! میں ان خوش نصیب لوگوں میں ہوں، جن کی بہت سی تمنائیں اس دنیائے دون میں پوری ہوئیں۔ میں ایک عرصہ سے عالم اسلامی کے اتحاد کا خواب دیکھ رہا تھا، جو پورا ہونے میں نہیں آتا تھا۔ دل چاہتا تھا کہ اپنی زندگی ہی میں تمام مسلمانوں کو متحد دیکھوں، مگر بدقسمتی آڑے آتی، اور حالات نے کبھی ایسے امکانات کو فروغ نہ دیا۔ اب جبکہ اس خواب کی تعبیر عملاً سامنے آگئی ہے، میرے لئے خوشی کو چھپانا ممکن نہیں رہا۔ یہ آرزو، میری آخری آرزو تھی جو اللہ کے فضل سے پوری ہوئی۔ لہٰذا اب میں اگر مرجاؤں، تو مجھے بالکل افسوس نہیں ہوگا۔"

مرحوم ہمیشہ مغرب میں رہے اور ٹھاٹھ سے زندگی بسر کی۔ ذوق و طرزِ حیات کے اعتبار سے اس کا گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ کہ ان کے پہلو میں ایک مومن کا دل ہے اور ایسا دل ہے کہ جس میں اللہ کی محبت اور عشقِ رسول کے لطائف کے لئے گنجائش نکل سکتی ہے۔ لیکن ان کی خود نوشت سوانح سے اندازہ ہوتا ہے۔ کہ یہ شخص جامع الاضداد ہے۔ بیک وقت یہ مغرب کی تہذیب و ثقافت کا دلدادہ بھی ہے، اور مشرق کی اداہائے دلنواز پر نازاں بھی۔ جہاں دولت و ثروت کی فراوانیوں نے اِسے زندگی کے تعیشات سے اچھی طرح مالا مال کر رکھا ہے۔ وہاں اسلام کی دولت سے بھی اس کو بہرہ وافر ملا ہے۔

وفات سے پہلے ان کے نائب سے متعلق چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں۔ خیال یہ تھا کہ شاید یہ شہزادہ صدرالدین کو نامزد کر جائیں۔ مگر اُنہوں نے معاملہ کے ہر ہر پہلو پر دیانتداری سے نظر ڈالی۔ اور اس نتیجے پر پہنچے، کہ بیٹوں کے بجائے ان کا پوتا اس منصب کا زیادہ اہل ہے۔ جو فی الحال پڑھ رہا ہے، اور اس لائق ہے کہ اپنے مزاج اور سیرت کو اس نئے منصب کے شایانِ شان بنالے۔ اس تدبّر اور دور اندیشی کی داد نہیں دی جاسکتی۔ غور فرمائیے، جماعتی مصالح کا ان کو کس درجہ خیال تھا۔ ورنہ اگر وہ چاہتے تو علی یا صدرالدین کو آسانی سے منتخب کر سکتے تھے۔ کیونکہ ان کی جماعت کی عقیدت و محبت کا یہ حال ہے۔ کہ وہ اس پر کسی حالت میں بھی معترض نہ ہوتی۔ اور بغیر چون وچرا کے اس فیصلہ کو مان لیتی۔ مگر اُنہوں نے جماعت کے وقار کے پیش نظر وہ نہیں کیا جو ایک شفیق باپ کو کرنا چاہئے تھا۔ بلکہ ایسے طرزِ عمل کا ثبوت دیا ہے، جو ایک گروہ کے ذمہ دار اور صاحبِ تدبیر رہنما کے حسبِ حال تھا۔

ہماری یہ دعا ہے کہ ان کے جانشین کو بھی اللہ تعالےٰ ان خوبیوں سے نوازے۔

محمد حنیف ندوی